اسلام میں اقتصاد کا تصور اور اس کی اہمیت

محمد حسین حافظی[1]

اشاریہ:

اسلام نے اقتصاد اور معیشت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ متعدد قرآنی آیات اور روایات میں مختلف طریقے سے ہمارے ائمہ معصومینؑ نے اسلامی اقتصادی نظام کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام، اقتصاد کو ہدف سمجھنے کے بجائے کمال تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس مادی مکتب والوں کا نظریہ یہ ہے کہ اقتصاد خود ہدف ہے نہ وسیلہ۔ اسلام میں اقتصاد اور معیشت کے بارے میں کچھ اپنے خاص آداب اور قوانین موجود ہیں، جن سے انسانی اخلاق کی اقدار کا تحفظ ممکن ہوتا ہے جیسے امانت داری، عدالت، انصاف، احسان و ایثار، قناعت اور سخاوت و۔۔۔ اسی طرح چوری ڈکیتی، خیانت، رشوت، ذخیرہ اندوزی اور بخل جیسی بری صفات سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی اقتصاد کی بنیاد کچھ ایسے اہم اصولوں پر مشتمل ہے جو غیر اسلامی اقتصادی نظام سے اسلامی نظام اقتصاد کو جدا کرتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں انسان ہر اس چیز کا خصوصی مالک بن سکتا ہے جو اس نے اپنی زحمت اور محنت کے نتیجے میں حاصل کی ہو، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اس حاصل شدہ مال کی نسبت اختیار تام رکھتا ہو، بلکہ اس کی نسبت بھی کچھ ذمہ داریاں انسان پر عائد ہوتی ہیں۔ اسلام نے انسان کو کچھ اموال کی نسبت ملکیت خصوصی کے بجائے ملکیت عمومی کا حق دیا ہے مثلاً مال غنیمت۔ اسلامی اقتصادی نظام، آزادی کے اصول کو قانون کی حیثیت دیتا ہے، لیکن یہ مطلق آزادی نہیں ہے مثلاً انسان کو حق حاصل ہے کہ جو کام کرنا چاہتا ہے اپنی مرضی سے اس کا انتخاب کرے، لیکن اگر انسان ربا یا ایسا کوئی کام جو مسلمان کے دشمنوں کی تقویت کا باعث بنتا ہے کو انتخاب کرے تو اسلام اسے روکتا ہے اور ایسے کاموں کو حرام قرار دیتا ہے۔

کلیدی الفاظ:

اقتصاد، معیشت، اسلام، اسلامی اقتصادی نظام، اقتصادی اصول

مقدمہ:

آج کے زمانے میں زندگی کرنے والا ہر انسان معاشی مسائل سے دوچار ہے اور ہر جگہ مہنگائی کا بول بالا ہے۔ جس سے انسان کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے؛ کیونکہ اس وقت دنیا میں دو قسم کے معاشی نظام کے بل بوتے پر انسانی معیشت کا سسٹم چل رہا ہے۔ آج کا اقتصادی نظام یا تو مغرب کا سرمایہ داری نظام (Capitalism) ہے یا مشرق کا اشتراکی نظام (Socialism) ہے۔ جب کہ ان دونوں نظام میں رحم دلی، انفاق، احسان، فداکاری اور ایثار و قربانی کے جذبے نہیں ملتے ہیں، دونوں کا ہدف دنیوی مفاد اور مادی ترقی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب کہ اسلام کے عادلانہ نظام میں یہ چیزیں سرفہرست نظر آتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے ناطے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلام نے اقتصاد اور معیشت کی کیا اہمیت بیان کی ہے؟ اس اہم موضوع کو سمجھنے کے لئے کچھ

---

[1] پی۔ایچ۔ڈی اسکالر المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران

تاریخ وصول: ۹/۳/۲۰۲۲ تاریخ تائید: ۱۲/۴/۲۰۲۲

مقدمات کو بیان کرنا ضروری ہے:

۱۔انسان اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ دوسروں کی طرف محتاج ہوتا ہے۔

خدا نے انسان کی خلقت میں فقر اور نیاز مندی کا پہلو رکھا ہے۔(یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہ) (فاطر/۱۵)؛اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔یعنی خدا کی ذات کے علاوہ ساری مخلوقات خدا کی طرف محتاج ہیں اور یہ احتیاج ذاتی ہے۔ دوسری طرف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حیات کا دار ومدار انہیں ضرورتوں اور احتیاجات کے اوپر منحصر ہے؛یعنی جب تک انسان اپنی زندگی میں ان ضرورتوں کو پورا نہیں کرے گا تب تک اس کی زندگی تکامل کی طرف نہیں بڑھ سکتی ہے جیسے دودھ پینے والے بچے کو اگر دودھ نہ دیا جائے تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی اور اس کی نشو نما بھی رک جائے گی۔

۲۔خدا نے انسانوں کو اپنی نعمات میں تصرف کرنے کی قدرت دے رکھی ہے۔

قرآن کہتا ہے: (وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ) (جاثیہ/۱۲)؛ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا، بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔یعنی جو کچھ آسمان میں ہے جیسے سورج چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہے جیسے جانور، درخت، پہاڑ اور کشتیاں وغیرہ سب کا سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے انسان کے فائدے اور مصلحت کے لئے کام میں لگا دیا ہے۔بے شک اِس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ان لوگوں کے لئے عظیم الشّان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان دلائل میں غور کرکے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔اس آیہ شریفہ میں اللہ تعالی انسان کو حکم دیتا ہے کہ ان تمام چیزوں میں تصرف کرو کیونکہ کائنات میں انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ساری چیزیں موجود ہیں لیکن انہیں پانے کے لئے انسان کو محنت اور زحمت کرنی ہوگی۔

۳۔خدا کی سنت یہ ہے کہ انسان ان الٰہی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے تلاش اور جد وجہد کرے۔

کیونکہ یہ قرآن کا اٹل فیصلہ ہے کہ: (وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى) (نجم/۳۹)؛انسان کو وہی چیز ملے گی جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (هوَ اَنشَاَكُم مِّنَ الاَرضِ وَ استَعمَرَكُم فِیهَا) (ھود/۶۱)؛ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے۔یعنی اللہ تعالی نے بنیادی طور پر انسان (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس مٹی سے انسان کی خوراک کا بندوبست کیا اور زمینی وسائل کی بنیاد پر ہی انسان نشو نما پاتا ہے۔اسی طرح بہت ساری احادیث بھی اقتصاد کی ضرورت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔انسان اگر اپنی زندگی میں خصوصا معاشی امور میں سمجھداری اور تدبیر سے کام نہ لے تو یہ اس کے لئے ایک بڑی آفت ہوگی۔امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: (آفَةُ المَعاشِ سوءُ التَّدبیر)(غرر الحکم، ح۷۸۰۸؛ عیون الحکم والمواعظ، ص ۱۸۲)؛زندگی کی آفت بری تدبیر ہے۔ مال، پیسے اور امکانات کی فراوانی انسان کی زندگی کا رخ نہیں بدلتی، بلکہ انسانی زندگی میں کرنے والی تدبیر او منصوبہ بندی ہے جو انسان کی زندگی میں خوشحالی لاتی ہے اور معیشت میں بد نظمی غربت کی کنجی ہے۔یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام

ﷺ اپنی امت کی بے تدبیری کا ڈر محسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ما أخافُ عَلى أُمَّتِيَ الفَقرَ ولكِنَ أخافُ عَلَيهِم سوءَ التَّدبيرِ) (عوالی اللآلی، ج۴، ص۳۹) ؛ میں اپنی امت کی غربت سے نہیں ڈرتا، لیکن میں ان کی بد نظمی اور بے تدبیری سے ڈرتا ہوں۔ زندگی میں ایسے لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو ان اصول کو دولت کمانے سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور ان کی کامیابی کا پیمانہ ان کی تدبیری صلاحیتوں سے ہوتا ہے نہ کہ ان کی آمدنی سے۔ جس کے پاس تدبیر کا ہنر نہیں ہوگا جیسا کہ امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: لا مال لمن لا تدبیر له (شرح نہج البلاغۃ، ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۳۰۷؛ ر. ک: الکافی، ج۵، ص۳۱۷)؛ اس کے پاس دولت بھی نہیں آئے گی۔ کیونکہ مال و دولت کا ہونا کافی نہیں ہے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک دن ایک بادشاہ کے سامنے میں ایک ایسی تلوار کا ذکر ہوا جو دشمن کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتی تھی۔ بادشاہ نے تلوار اور اس کے مالک کو طلب کیا۔ جب بادشاہ نے تلوار ہاتھ میں اٹھائی تو اسے وہ تلوار معمولی لگی اس نے کہا کہ مجھے اس تلوار میں کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔ تلوار کے مالک نے کہا: اس تلوار کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ میرا بازو ہے، اس کی دھار نہیں۔ مال و دولت کا بھی یہی حال ہے۔ جو چیز مال و دولت کو کارآمد بناتی ہے وہ تدبیر کا فن ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان ذاتی طور پر محتاج ہے۔ قرآن کی تعبیر کے مطابق انسان موجود فقیر ہے۔ جب سے انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے مادی چیزوں کا محتاج رہا ہے، اسے غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور جب تک انسان اس دنیا میں باقی رہے گا یہ ضرورت بھی باقی رہے گی۔ انسانی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خدا نے زمین کو طرح طرح کی نعمات میوہ جات، غلہ جات، سبزیجات، مایعات اور مختلف قسم کی چیزوں کو حاصل کرنے کا زریعہ بنایا۔ بس صرف انسان نے ان الٰہی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا ہے، محنت، زحمت اور تلاش کرنی ہے۔ ہمیشہ سے خدا کی سنت یہ رہی ہے کہ جو بھی انسان کسی بھی فیلڈ میں زیادہ محنت، مشقت اور زحمت کرے گا اسے اسی حساب سے اس کا پھل ملے گا۔ معیشت اور اقتصاد ان موضوعات میں سے ہیں جن پر قلم کم چلایا جاتا ہے۔ جب کہ انسان کی حیات ہی اسی اقتصاد پر موقوف ہے۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے راقم نے اس مقالے میں اقتصاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے یہ رقمطراز کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی نظر میں اقتصاد کی کیا اہمیت ہے اور اس اقتصاد کے بنیادی اصول اور خدو خال کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اس امید کے ساتھ کہ حقیر کی یہ معمولی سی کوشش تشنگان علم، صاحبان معرفت اور اہل قلم و تحقیق کے لئے مفید واقع ہو۔

مفہوم شناسی:

لغت میں اقتصاد کا مفہوم:

لغت نگاروں کی زبان میں یہ کلمہ مادہ قصد سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہے ارادہ کرنا، جانا، چاہنا، کسی چیز کا قصد کرنا اور یہ سوچنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (فرہنگ معاصر (عربی-فارسی)، ص۵۴۴، کلمہ قصد) اسی طرح اقتصاد، اعتدال اور میانہ روی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (فخر الدین طریحی، مجمع البحرین، ج۳، ص۱۲۷) خلیل بن احمد فراہیدی نے اپنی کتاب العین میں

اقتصاد کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: قصد کا مطلب ہے(استقامةالطريق) یعنی راستے پر استقامت، ثابت قدمی۔ معاشی زندگی میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ انسان نہ اسراف کرے اور نہ تقصیر یعنی سختی۔(خلیل بن احمد فراہیدی، العین، ج۵، ص ۵۴) صاحب لسان العرب نے بھی یہی لکھا ہے کہ اقتصاد کا عمدہ معنی ہے اعتدال اور میانہ روی۔ اسی طرح صاحب مفردات لکھتے ہیں: اقتصاد سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے امور میں اعتدال سے کام لے نہ افراط ہو اور نہ تفریط۔ (المفردات فی غریب القرآن، ص ۶۷۲، واژہ قصد) آیہ شریفہ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ میں قصد اسی معنی میں آیا ہے۔ معیشت کو انگلش میں economy کہتے ہیں اور یہ لفظ قدیم یونانی زبان میں لفظ oi κονομία سے ماخوذ ہے جو کہ خود دو کلموں سے مل کر بنا ہے oἶ κος (خاندان) اور νόμος (طریقہ یا قانون)۔ جب ہم ان دونوں کلموں کو ملائیں گے تو اس کا معنی بنے گا خاندان کے قوانین۔ [۲]

اصطلاح میں اقتصاد کا مفہوم:

علم اقتصاد کی اصطلاح میں، اقتصاد ایک ایسا علم ہے جو پیداوار، تقسیم اور خرچ کرنے، صنعت اور قومی وسائل کو منظّم کرنے کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ (حسن آقا نظری، نظریہ پردازی اقتصاد اسلامی، ص۳۹) امام علیؑ اقتصاد کی اصطلاح کو وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اسے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں تک سرایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا رغبت فی صلاح نفسک فعلیک بالاقتصاد والقنوع والتقلل (غرر الحکم: ۱۹۲/۳)؛ اگر آپ اپنی روح کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو تمہیں چاہئے قناعت اور اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا سیکھو۔ لڈوِک (Ludwik) کا خیال ہے کہ معاشیات وہ علم ہے جو انسان اور اس کی مادی ضروریات، قدرتی اشیاء کے درمیان تعلق کا مطالعہ کرتا ہے۔ (لودویک: آشنایی با علم اقتصاد ص۱۱)

اسلام میں اقتصاد کا تصور

اسلام، اقتصاد کو ہدف سمجھنے کے بجائے کمال تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتا ہے۔ اگر انسان کا اقتصاد اور معاش صحیح ہو تو انسان ساری خدمات انجام دے سکتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ انسان کے لئے کسی قسم کا ذریعہ معاش نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا حتی اللہ کی بندگی اور عبادت بھی اسی وقت ممکن ہے جب اس کی اقتصادی حالت ٹھیک ہو۔ اس کے برعکس مادی مکتب کا نظریہ یہ ہے کہ اقتصاد خود ہدف ہے نہ وسیلہ۔ (جمعی از نویسندگان، ۱۳۶۳) اسلام کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقتصاد کی اہمیت اور ضرورت کو دو جہتوں سے انسان کے لئے درک کرنا ممکن ہے۔

۱۔ اسلام میں کچھ قوانین ایسے ہیں جو انسان کی ملکیت، لین دین، تجارت، ارث، صدقے، وقف و۔۔۔ پر مشتمل ہیں کہ جن کے بارے میں علم حاصل کرنا ایک دین دار شخص کے لئے ضروری ہے۔ جن سے فقہ کے مختلف ابواب میں بحث کی گئی ہے جیسے کتاب البیع، کتاب الاجارہ، کتاب الوقف، کتاب الزکواۃ و۔۔

۲۔ اسلام میں اقتصاد اور معیشت کے بارے میں کچھ اپنے خاص آداب اور قوانین موجود ہیں جن سے انسانی اخلاق کی اقدار کا تحفظ

---

[۲] - Harper, Douglas (۲۰۰۱(Online Etymology Dictionary — Economy

ممکن ہوتا ہے جیسے امانت داری، عدالت، انصاف، احسان وایثار، قناعت اور سخاوت و۔۔۔اسی طرح چوری ڈکیتی، خیانت، رشوت، ذخیرہ اندوزی اور بخل جیسی بری صفات سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ انسان اگر کمال کے اعلی درجے پر فائز ہونا چاہتا ہے تو اسے ان الٰہی احکام کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اجتماعی امور کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے خاص قوانین اور وظائف معین کئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان سعادت کی منزل پر فائز ہو سکتا ہے۔ ان اجتماعی امور میں سر فہرست خمس، انفاق، زکواۃ جیسے موضوعات آتے ہیں کہ جن کا اجتماع پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ قرآن مجید (ہدایت کی کتاب ہونے کے ناطے) میں بہت ساری آیات ایسی ہیں جو اقتصاد اور معیشت جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہیں۔

اسلام میں اقتصادی نظام کی کچھ اہم خصوصیات

ا۔ کائنات میں موجود تمام چیزوں کا حقیقی مالک خدا ہے۔ (لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ)(بقرہ/۲۸۴)؛ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے۔

۲۔ تمام مخلوقات کو رزق دینے والا خدا ہے۔ (وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلاَّ عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا) (ہود/۶)؛ اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمہ) پر ہے۔

۳۔ اسلام کا معاشی نظام کچھ حدود و قیود کے ساتھ انفرادی حق ملکیت تسلیم کرتا ہے۔ (یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِن طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَکُم مِّنَ الْأَرْضِ) (بقرہ/۲۶۷)؛ اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔

۴۔ اسلام، اقتصادی امور میں ہر انسان کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق فراہم کرتا ہے۔ (وَلَقَدْ مَکَّنَّاکُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیھَا مَعَایِشَ قَلِیلاً مَّا تَشْکُرُونَ) (اعراف/۱۰)؛ اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لئے اسبابِ معیشت پیدا کئے، تم بہت ہی کم شکر بجالاتے ہو۔ ان آیات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو اپنی معیشت مستحکم کرنے کے لئے دن رات تلاش کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انسان یہ جان لے کہ ہم زمین سے کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور ان سے استفادہ کرنا ہمارے لئے کیسے ممکن ہے؛ لہٰذا اشیائے عالم کی نسبت انسان کو شناخت حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ شناخت علم کے بغیر ممکن نہیں۔ اس شناخت کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ چیزوں کی واقعیت (factchual) کا جاننا (علم کے لئے علم حاصل کرنا)

انسان یہ جاننے کی کوشش کرے کہ خاک کیا ہے پانی کیا ہے اور پانی سے انسان کیا کچھ بنا سکتا ہے۔ اگر انسان چیزوں کی حقیقت اور واقعیت کو سمجھ جائے تو بہت ساری چیزوں کو کشف کر سکتا ہے جیسے رازی نے چیزوں کی واقعیت کے بارے میں تھوڑا علم حاصل کیا جس کے نتیجے میں اس نے الکحل کا انکشاف کیا۔

۲۔ قدرتی چیزوں کے استعمال کرنے کے صحیح طریقے کی شناخت (عمل کے لئے علم حاصل کرنا)

انسان کو کائنات میں موجود اشیاء کی حقیقت جاننے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کائنات میں موجود اشیاء سے ہم کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔ اقتصاد کی بحث میں جس چیز کا سمجھنا زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معاشرے کے، گھر کے اور خاندان کے تمام افراد کا وظیفہ ہے کہ ہر ایک اپنی عقل سلیم کے ذریعے یہ سوچئے کہ مجھے اپنی زندگی کو جاری رکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان چیزوں کو کیسے حاصل کیا جائے۔ ان چیزوں کو پانے کے لئے ہمارے لئے کم از کم ایک مہارت کا سیکھنا ضروری ہے۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو تین قسم کا علم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے:

ا۔ پیداوار اور تولید

خداوند متعال نے انسان کے لئے بہت سے قدرتی وسائل فراہم کئے ہیں جس سے انسان اپنی ضرورت کا سامان تیار کر سکتا ہے۔ کائنات میں موجود طبیعی اور قدرتی اشیاء سے انسانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے مختلف چیزوں (زرعی، مویشی، صنعتی) کی تولید اور پیداوار بڑھائیں۔ پیداوار انسان اور اس کی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے۔ پیداوار زندگی کے تمام شعبوں کی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ انسان جتنی محنت کرے گا اتنا ہی کامیاب زندگی گزارے گا۔ اسلام محنت و مشقت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ خود پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ بھی محنت اور مشقت کے ساتھ زندگی کی ضروریات کو پورا کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں بہت سارے تاریخی نمونے پائے جاتے ہیں۔ آپؑ لوگوں کے کھیتوں میں کام کاج کیا کرتے تھے اور بھیڑ بکریاں چلایا کرتے تھے۔

ایک دن امام کاظمؑ اپنی کھیت میں کام کر رہے تھے اور گرمی کی وجہ سے آپ کی پیشانی سے پسینے چھوٹ رہے تھے اسی وقت امام کے دوستوں میں سے ایک نے سوال کیا: آپ یہ کام کسی اور سے کیوں نہیں کرواتے؟ امامؑ نے جواب میں فرمایا: رَسُولُ اللَّه(صلی الله علیه واله) وَ أَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ وَ آبَائی(علیهم السلام) کُلُّهُمْ کَانُوا قَدْ عَمِلُوا بِأَیْدِیهِمْ وَ هُوَ مِنْ عَمَلِ النَّبِیِّینَ وَ الْمُرْسَلِینَ وَ الْأَوْصِیَاءِ وَ الصَّالِحِین (الکافی، ج۵، ص۷۶، (ما یجب من الاقتداء بالأئمة ع فی التعرض للرزق)؛ پیغمبر اسلام ﷺ امیر المومنینؑ اور تمام پیشویان دین نے اپنے ہاتھ سے ہی کام کاج کیا ہے اور اس طرح کا کام کاج کرنا خدا کے مقرب لوگوں پیغمبروں، رسولوں اور خدا کے اوصیاء اور نیک لوگوں کی سیرت ہے۔

امام موسی ابن جعفرؑ سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْعَبْدَ النَّوَّامَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْعَبْدَ الْفَارِغ (ابن بابویہ، ۱۴۱۳)؛ خداوند متعال زیادہ سونے اور بے کار لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمان ہے: مَلْعُونٌ مَنْ أَلْقَى كَلَّهُ عَلَى النَّاس (الکافی، ج۵)؛ ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بوجھ کو دوسروں پر ڈالتا ہے۔ ایک دن امام صادقؑ ہاتھ میں بیلچہ لئے پسینہ میں شرابور کھڑے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال پوچھا گیا تو امام نے فرمایا: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَتَأَذَّى الرَّجُلُ بِحَرِّ الشَّمْسِ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَة (کافی، ج۵)؛ جو مرد (اپنے اہل و عیال کی روزی حاصل کرنے کے لئے) تپتی ہوئی دھوپ میں کام کرتا ہے اسے میں پسند کرتا ہوں۔

۲۔ تقسیم اور توزیع

انسان کو تقسیم اور توزیع کے ہنر سے بھی اراستہ ہونا چاہئے۔ یہ اقتصادی کامیابی میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔

۳۔ خرچ

زیادہ کمانا انسان کے لئے مہم نہیں ہے؛ بلکہ خرچ کا طریقہ آنا بہت مہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی میں بہت سارے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جن کی ماہانہ آمدنی بہت زیادہ ہے اس کے باوجود ان کے ماہانہ اخراجات پورے نہیں ہوتے، کیونکہ انہیں خرچ کرنے کا طریقہ نہیں آتا، وہ افراط اور تفریط سے خرچ کرتے ہیں۔ اقتصاد کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو انسانی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بہترین راہ تجارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقتصاد کی بحث میں کسب وکار اور تجارت کے قوانین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام میں اقتصاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو بچپنے سے ہی اقتصاد کے مفاہیم سے آشنا کرائے یعنی تربیت اقتصادی کی بھی ضرورت ہے۔ ماں باپ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اقتصاد کے مفاہیم سے آشنا نہیں کراتے نتیجتاً ایسے بچے پیسوں کی اہمیت اور ارزش سے آشنا نہیں ہوتے اور ہمیشہ نقصان ہی ان کا مقدر بنتا ہے۔ بچوں کو اقتصادی مفاہیم سے آشنا کرانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کو سب سے پہلے یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ پیسہ ہوتا کیا ہے اس کی کیا ارزش ہوتی ہے، اسے حاصل کرنے کے لئے انسان کو کتنی محنت کرنا پڑتی ہے اور ہم ان پیسوں سے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی قناعت جیسی عظیم نعمت سے آشنا کرانا، اسراف جیسی خطرناک بیماریوں سے آگاہ کرنا اور انفاق جیسی خدا پسند صفات سے اپنے بچوں کو مزین کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ بچوں کو پیسوں سے آشنا کرانے کا وقت تب سے شروع ہوتا ہے جب ہمارے بچوں میں ملکیت کا تصور پیدا ہو جائے یعنی جب بچوں کا دماغ اتنا شکوفا ہو جائے کہ کہنے لگے فلان چیز میری ہے تیری نہیں ہے۔ سوشالیسٹ کا نظریہ یہ ہے کہ کبھی بھی انسان یہ نہ کہے کہ فلان چیز میری ہے؛ بلکہ کہے ہماری ہے۔ میری زمین نہیں بلکہ ہماری زمین، میری دکان کی جگہ ہماری دکان، حتی میری بیوی، بچے بھی نہ کہے بلکہ کہے ہماری بیوی اور بچے و۔۔۔

اسلامی اقتصاد کے بنیادی اصول

اسلامی اقتصاد کی بنیاد کچھ ایسے اہم اصولوں پر مشتمل ہے جو غیر اسلامی اقتصادی نظام سے اسلامی نظام اقتصاد کو جدا کرتے ہیں (صدر، ۱۳۸۵، ص ۳۴۵)؛ لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ان بنیادی اصولوں سے آشنائی رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اس جلد ختم ہونے والی زندگی کو خوش وخرم گزارنے کے ساتھ ساتھ اپنی اخروی زندگی میں بھی سرخرو ہو سکے۔ مقالے کے اس حصے میں ہم انہیں اہم بنیادی اصولوں میں سے کچھ زرین اصول کو قلمبند کرنے کی کوشش کریں گے۔

ا۔ ملکیت کا تصور:

قرآن مجید کی آیات کے مطابق یہ بات طے شدہ ہے کہ خدا، کائنات میں موجود تمام چیزوں کا خالق اور بنانے والا ہے؛ لہٰذا اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کائنات میں موجود تمام اشیاء کا حقیقی مالک بھی وہی ذات ہے اور دوسری طرف سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس نے انسان کو مختار خلق کرکے کسی حد تک کائنات میں موجود اشیاء میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے؛ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

کائنات کی چیزوں کی نسبت انسان کا مالک ہونا اعتباری، جعلی اور قرار دادی ہے نہ حقیقی۔ اسلام کی نگاہ میں اعتباری ملکیت کی دو صورتیں قابل تصور ہیں:

ا۔ ملکیت خصوصی

اسلام کی نظر میں انسان ہر اس چیز کا خصوصی مالک بن سکتا ہے جسے اس نے اپنی زحمت اور محنت کے نتیجے میں حاصل کیا ہو جیسے اگر کسی شخص نے ایک بنجر زمین کو آباد اور زندہ کیا ہو تو وہ اس کی ملکیت میں چلی جائے گی لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ انسان اس حاصل شدہ مال کی نسبت اختیار تام رکھتا ہو؛ بلکہ اس کی نسبت بھی کچھ ذمہ داریاں انسان پر عائد ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام، کبھی بھی انسان کو اسراف، تبزیر، ذخیرہ اندوزی، ربا، حرام کاموں پر خرچ، عمومی مصلحتوں اور مفادات کے خلاف اس کے مال کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ (صدر، ۱۳۸۵) اس کے علاوہ خدا نے انسان پر اس کے اموال کی نسبت کچھ تکالیف اور حقوق شرعی بھی معین کئے ہیں جنہیں انجام دینا انسان پر فرض کیا گیا ہے۔ انہیں احکام میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

ا۔ خمس اور زکات (واجب)

۲۔ صدقہ و خیرات، انفاق فی سبیل اللہ، قرض الحسنہ،۔۔۔ (مستحب)

۲۔ ملکیت عمومی

اسلام نے انسان کو کچھ اموال کی نسبت ملکیت خصوصی کے بجائے ملکیت عمومی کا حق دیا ہے۔ جیسے غنیمت کا مال (جو مسلمانوں کا کفار سے جنگ کرکے ملنے والا مال ہے) اسے فقہی اصطلاح میں مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اسلام کی نظر میں اس مال میں تمام مسلمان برابر کے برابر شریک ہیں۔ ان اموال کے بارے میں معاملہ کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے؛ بلکہ ان کی حفاظت کرکے مصالح عمومی میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ (سبحانی، ۱۳۸۷، ص ۵۴) اسی طرح اسلام نے انفال جیسے مردہ زمین، یا وہ دوسری قدرتی چیزیں جیسے پہاڑ، جنگل، دریا اور قیمتی معادن نکلنے کی جگہ و۔۔۔ کو اسلامی معاشرے کے حاکم یا امام کے اختیار میں دیا ہے تاکہ وہ جہاں پر مصلحت عمومی مسلمین ہو وہاں خرچ کرسکے۔ (صدر، ۱۳۵۰، ص، ۸۵۔۹۵) درج ذیل جدول میں آیات اور روایات اسی مہم اصل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

قرآنی آیات اور روایات	مفہوم	فرعی مقولہ
(وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ) (آل عمران: ۱۰۹)	ساری چیزوں کا حقیقی مالک خدا ہے۔[۳]	ملکیت حقیقی
(وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ) (الرحمن: ۱۰) (هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا)	قدرتی اشیاء اور ان کے منافع تمام انسانوں	ملکیت عمومی

[۳]۔ اسی طرح قرآن میں اور بھی بہت ساری آیات اسی معنی پر مشتمل ملتی ہیں: فاطر ۱۵، آل عمران: ۲۶، حج ۶۴، زمر ۶۲۔۶۳، بقرہ ۱۱۵، زخرف ۸۵

(بقرہ:۲۹) عن أبي الحسن (عليه السلام) ، قال: سألته عن ماء الوادي ، فقال : إن المسلمين شركاء في الماء ، والنار ، والكلأ. (وسایل،ج۲۵،ص۴۱۷)	کے لئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ان چیزوں پر محنت اور زحمت کرے اس وقت وہی شخص خصوصی مالک ہوگا۔	
(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ) (نساء:۲۹)	دوسروں کے مال پر ناحق تصرف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔	ملکیت شخصی
و لكن المال مال الله- يضعه عند الرجل ودائع، و جوز لهم أن يأكلوا قصدا و يشربوا قصدا، و يلبسوا قصدا، و ينكحوا قصدا، و يركبوا قصدا، و يعودوا بما سوى ذلك على فقراء المؤمنين- و يلموا به شعثهم، فمن فعل ذلك كان ما يأكل حلالا و يشرب حلالا، و يركب حلالا، و ينكح حلالا، و من عدا ذلك كان عليه حراما(وسايل، ج ١١، ص ٥٠٠)	انسان کا مالک بننا اعتباری ہے اور صرف ان چیزوں کا مالک بن سکتا ہے جن کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہو ان کے علاوہ دوسروں جگہوں پر انسان کو اپنا مال بھی تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے جیسے اسراف کرنا، حرام کاموں میں مال کا خرچ کرنا، دوسروں کے حقوق کی رعایت نہ کرنا، رشوت و۔۔۔	ملکیت اعتباری و قراردادی اور محدود
(وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ) (ذاریات:۱۹)	ہمارے اموال میں دوسرے انسانوں کا حصہ بھی موجود ہوتا ہے۔	ملکیت محدود
عن أبي عبد الله عليه السلام قال الأنفال ما لم يوجف عليه بخيل و لا ركاب (أو) قوم صالحوا (أو) قوم أعطوا بأيديهم و كل أرض خربة و بطون الأودية فهو لرسول الله صلى الله عليه و آله و سلم و للإمام من بعده يضعه حيث يشاء	طبیعی اور قدرتی اشیاء جیسے پہاڑ، جنگل، دریا اور قیمتی معادن ہر زمانے میں اسلامی معاشرے کے حاکم یا امام کے اختیار میں ہے۔	ملکیت حکومتی

۲۔آزادی

خداوند متعال نے انسان کو مختار اور با ارادہ خلق کیا ہے، تاکہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کمال کے طرف جانے والے راستے کا انتخاب کرسکے، لیکن اس راہ پر چلنے کے لئے انسان کو بہت سی مشکلات اور رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مشکلات اور رکاوٹیں انسان کو اپنے اندر مشغول رکھتی ہیں اور اس کی آزادی کو سلب کردیتی ہیں۔ یہ مشکلات اور رکاوٹیں کبھی کبھار خارج میں پائی جاتی ہیں، جیسے کے ایک ظالم حاکم جو عوام کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ کبھی یہ مشکلات اور رکاوٹیں انسان کے اندر پائی جاتی ہیں جو کہ بیرونی مشکلات سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتیں ہیں۔ شہوت، غصہ، منفعت طلبی، خود خواہی وغیرہ اندرونی رکاوٹوں کی کچھ مثالیں ہیں جو انسان کی عقل اور

روح کو اپنا غلام بنا دیتی ہیں جس کی وجہ سے انسان کمال کی طرف جانے کے بجائے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہر برا کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ (مطہری، ۱۳۸۹)

اسلامی اقتصادی نظام آزادی کے اصول کو قانون کی حیثیت دیتا ہے، لیکن یہ مطلق آزادی نہیں ہے مثلاً انسان کو حق حاصل ہے کہ جو کام کرنا چاہتا ہے اپنی مرضی سے اس کا انتخاب کرے، لیکن اگر انسان ربا یا ایسا کوئی کام جو مسلمان کے دشمنوں کی تقویت کا باعث بنتا ہے کو انتخاب کرے تو اسلام اسے روکتا ہے اور ایسے کاموں کو حرام قرار دیتا ہے۔ (مطہری، ۱۳۸۷، ص ۲۱۰-۲۱۲)

آزادی کی محدودیت میں سے ایک حکومتی اور قانونی احکام ہیں۔ ولی امر عوامی مفاد کے لئے کسی بھی وقت اقتصادی معاملات میں اپنے احکامات لاگو کر سکتا ہے اور اسی طرح کچھ فعالیتوں پر پابندی لگا سکتا ہے۔ (صدر، ۱۳۵۰، ص ۳۶۲)

۳۔ عدالت

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (انَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ) (نحل/۹۰۔)؛ خدا عدالت اور حسن رفتار کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے اس کے تمام فطری اور طبیعی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ایسا جامع اور مانع عادلانہ نظام ترتیب دیا ہے جس کے تحت انسان اپنی دنیوی زندگی کے تمام جائز اور ضروری تقاضوں کے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے۔ جس میں (إِنَّ أَكرَمَكُم عِندَ اللَّهِ أَتقاكُم) (حجرات/۱۳۔)؛ اللہ تعالی کے نزدیک تم میں سے سب سے محترم وہ ہے جو تقوی میں تم سے متقی اور پرہیزگار ہو۔ اور لا فضل للعربی علی العجمی (بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳۵۰، ح ۱۳)؛ کسی عرب کے لئے کسی عجم پر برتری حاصل نہیں ہے کے اعلان کے نعرے کے تحت تقوی الہی جیسے قیمتی گوہر کو معیار عزت قرار دیتے ہوئے سرمایہ داری اور طبقاتی نظام کی نفی کے ساتھ اور لا یحل لاحد ان یتصرف فی مال غیرہ الا باذنہ (وسائل الشیعہ آل البیت ج ۲۵، کتاب العضب باب ،اح، ۴۔)؛ کسی شخص کو دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے کے اعلان کے ساتھ انسان کے جائز سرمائے کو بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ جس میں لا تکن عبد غیرک قد جعلک اللہ حرا (نہج البلاغہ، وصیت ۳۱)؛ اپنے غیر کا بندہ مت بن جب کہ خدا نے تجھے آزاد خلق فرمایا ہے کے آئنہ میں معاشرے کے ہر فرد کی خداداد جائز فطری آزادی کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ جس میں الناس مسلطون علی اموالہم (بحار الانوار، ج ۲، ص ۲۷۲)؛ لوگ اپنے مال کا اختیار رکھتے ہیں کے بیان کے ساتھ تاجر اور سرمایہ دار کے جائز حقوق کو تحفظ دیتے ہوئے (وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ) (معارج/۲۴-۲۵)؛ اور جن کے اموال میں معین حصہ ہے مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محروم کے لئے اور اسی طرح ﴿آتُوا الزَّكَاةَ (توبہ/۵۔)؛ اپنے مال کی زکواہ ادا کرو جیسے حکم کے تحت غرباء اور مساکین کے حقوق کا بھی خاطر خواہ لحاظ کیا گیا ہے۔ جس میں صنعت کار کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے الکاد علی عیالہ کالمجاہد فی سبیل اللہ (وسائل الشیعہ آل البیت، ج ۱۷، کتاب التجارہ، ص ۲۶، باب ۲۳، ح ۱)؛ اپنے اہل و عیال کے محنت اور مزدوری کرنے والے کا مقام خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کے برابر ہے جیسے نورانی حکم کے تحت مزدور کی سخت اور دشوار محنت کے صلہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ (حیدری، ۱۳۸۷، ص ۲۷۸-۲۸۱)

اسلام کے اقتصادی نظام میں عدالت کی اہمیت

اسلام کے اقتصادی نظام میں عدالت ایک ایسی چیز ہے جو تمام دوسرے اصولوں اور فروعات پر حاکم ہے۔ یہاں تک کہ کائنات میں موجود تمام اشیاء کی تخلیق اور نظام تکوینی عدالت پر استوار ہے؛ لہٰذا یہ کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی کہ تشریعی نظام کی بنیاد بھی عدالت ہی پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے انبیاء کو مبعوث کرنے کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف لوگوں کے درمیان قسط وعدل برقرار کرنا قرار دیا ہے۔

قرآنی آیات اور روایات	مفہوم	فرعی مقولہ
وَ قَالَ النَّبِيّ ص بِالْعَدْلِ قَامَت السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ (عوالی، ص ۱۰۳)	خلقت کی بنیاد عدالت پر استوار ہے	عدالت
(لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) (حديد: ۲۵) (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ) (نحل: ۹۰) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى) (مائده: ۸)	انبیاء اور رسولوں کو بھیجنے کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف لوگوں کے درمیان حق اور عدالت پر مبنی روابط کو برقرار کرنا ہے لہٰذا اقتصادی روابط اور اجتماعی معاملات میں بھی عدالت کی رعایت کرنا نہایت ضروری ہے۔	عدالت
(مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ) (حشر: ۷)	اگر انسان مال اور ثروت کا استعمال اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں اور احکام کے مطابق انجام دے تو کسی بھی جگہ ثروت اور مال زخیرہ اندوزی یا احتکار کی شکل اختیار نہیں کرے گا بلکہ یہ مستحق افراد کے درمیان گھومتا رہے گا۔	عدالت کے قیام پر مالی احکام کے اثرات

اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسانی اجتماعات اور معاشرے میں کوئی بھی نظام چاہے سیاسی ہو یا اقتصادی اور کسی بھی قانون کو اسی وقت صحیح طریقے سے لوگوں کے درمیان اجراء کر سکتے ہیں جب ہم عدالت کی رعایت کریں۔ عادلانہ نظام ہی انسان کو سعادت تک پہنچاتا ہے؛ کیونکہ جب کسی بھی نظام کی بنیاد عدالت پر ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان دوسروں کے تمام حقوق اور وظیفوں کی بھی

رعایت کر رہا ہے اور جس معاشرے میں انسان نے یہ سمجھ لیا کہ دوسرے انسانوں اور حیوانوں حتیٰ چرند پرند کی نسبت اس کا وظیفہ کیا ہے تو سمجھ لو کہ انسانی کمالات کے سفر کا آغاز ہو گیا ہے۔ جب انسان مسئولیت کا احساس کرے گا تو ان تمام احکام شرعی کی بھی رعایت کرے گا۔ ایسی صورت میں انسان کبھی بھی حرام کاموں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا اور حتی الامکان رشوت، چوری، حرام خوری، جیسی بڑی بڑی بیماریوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

معاشرتی عدالت کے مختلف پہلو

۱۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد لوگوں کے درمیان عدالت کا قیام

(لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ)(حدید/۲۵)؛ ہم نے اپنے انبیاء کو اپنے روشن دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور میزان (جو حق اور باطل کی شناخت کا معیار ہے) نازل کیا تاکہ لوگ انصاف اور عدالت پر قائم رہیں۔

۲۔ چیزوں کو وزن کرنے میں عدالت

(وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ)(انعام/۱۵۲)؛ پیمانہ اور وزن میں بھی عدالت قائم کرو۔

۳۔ فیصلے میں عدالت

(وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)(مائدہ/۴۲)؛ جب ان لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدالت کے ساتھ کیونکہ خدا عدالت قائم کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۴۔ گواہی دینے میں عدالت

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ)(مائدہ/۸)؛ اے ایمان لانے والو! خدا کے لئے قیام کرو اور عدالت کے ساتھ گواہی دو۔

۵۔ سند کے لکھنے میں عدالت

(وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ)(بقرہ/۲۸۲)؛ لکھنے والے کو تمہارے سامنے عدالت کے ساتھ کچھ لکھنا چاہئے۔

۶۔ گفتگو میں عدالت

(وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ)(انعام/۱۵۲)؛ گفتگو کرتے وقت عدالت کا لحاظ رکھو حتیٰ اگر نزدیک کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

۷۔ گھریلو کاموں میں عدالت

(فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً)(نساء/۳)؛ اگر تمہیں ڈر ہو کہ عالت برقرار نہیں کر پاؤگے تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

۸۔ یتیموں کی سرپرستی میں عدالت

(وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ)(نساء/۱۲۷) ؛یتیموں کے ساتھ عدل وانصاف قائم کرو۔

۹۔اپنی اولاد کے درمیان عدالت کی رعایت کرنا

(اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ كَمَا تُحِبُّونَ أَنْ يَعْدِلُوا بَيْنَكُمْ)(بحار ۱۱۳/۲۳) ؛اپنے بچوں کے درمیان عدالت کے ساتھ برتاؤ کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ عدل کا برتاؤ کریں۔

ان تین اہم اصولوں کو بیان کرنے کے بعد قابل غور بات یہ ہے کہ اقتصادی امور میں ضروری ہے انسان خرچ کرنے کے موارد پر دھیان رکھے کہ کہاں پر خرچ کر رہا ہے۔ مال انسان کی زندگی میں پیش آنے والی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے ان ضرورتوں کی دو قسمیں ہیں :

۱۔بنیادی ضرورت

انسانی بنیادی ضرورت سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن پر انسانی حیات استوار ہوتی ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں، مکان، لباس و۔۔۔

۲۔ثانوی ضرورت

کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان کے پاس نہ ہوں تب بھی انسان زندگی گزار سکتا ہے جیسے گھروں میں سجاوٹ کی چیزوں کا استعمال یا عورتوں کی بناؤ سنگھار کی چیزیں و۔۔۔اگر انسان، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور کرے تو معلوم ہوگا کہ بہت سے لوگوں کے پاس اتنی مقدار میں مال و دولت ہوتی ہے جس سے وہ اپنی پوری زندگی کسی مشقت کے بغیر گزار سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے جب یہی لوگ اپنی مال و دولت کو بنیادی ضرورتوں سے ہٹ کر خرچ کرتے ہیں تب ان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان قناعت جیسی عظیم نعمت کی قدر کرے اور اپنی زندگی میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں انسان احتیاط سے خرچ کرے گا۔ مکتب لیبرل اور سوشیالیسٹ کا نعرہ ہے کہ انسان جس حد تک خرچ کر سکتا ہے خرچ کرے، بے شک اسراف کی حد تک ہی کیوں نہ ہو جب تک انسان حد سے زیادہ خرچ نہیں کرے گا تب تک چیزوں کی پیداوار میں اضافہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسلام میں کچھ ایسے قاعدے پائے جاتے ہیں جو دوسرے مکاتب میں نہیں ملتے یا بہت کم ملتے ہیں :

۱۔ قناعت

قناعت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انسان اپنی بنیادی ضرورتوں پر خرچ نہ کرے ؛بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس حد تک خرچ نہ کرے کہ اسراف کے زمرے میں آجائے۔

۲۔دوسرے لوگوں کا خیال کرنا

دنیا میں ایسے مکاتب بھی پائے جاتے ہیں جن کی توجہ صرف اپنی ذات تک محدود ہے۔ تاریخ میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے اموال سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد بچی ہوئی چیزوں کو غرباء اور مساکین کو دینے کے بجائے دریا میں

پھینک دیا، لیکن مکتب اسلام میں انفاق، صدقہ، جیسے عظیم اخلاقی اصول موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اسراف، تبزیر اور ذخیرہ اندوزی سے منع کیا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں ضروری ہے کہ انسان اس جہاں میں زندگی کرنے کے لئے کسی شغل، ہنر سے وابستہ رہے تاکہ اپنی ضروریات کو کسی مشکل کے بغیر حاصل کرسکے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ انسان کو اپنی ضروریات زندگی کو برطرف کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ، لین دین اور تجارت کرنا ضروری ہے؛ لہٰذا حلال طریقے سے تجارت کرنے پر اسلام زور دیتا ہے۔ قرآن، انسان کو اعتدال کی راہ بتاتا ہے (واقصد من مشیک) اسلام کہتا ہے راہ اعتدال، یعنی کمیت (مقدار) اور کیفیت (خصوصیت) دونوں اعتبار سے انسان کو مال خرچ کرنے میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہئے۔ کمیت کا مطلب یہ ہے انسان کو اسی مقدار میں خرچ کرنا چاہئے جتنی اس کی ضرورت ہے۔ اسلام نے انسان کو زیادہ کھانے (پرخوری) سے منع کیا ہے چونکہ یہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔ کچھ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ کھائیں؛ لہٰذا کھانے پینے میں حد سے زیادہ اسراف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن، مسرف (اسراف کرنے والے) کو مفسد (فساد پھیلانے والا) سمجھتا ہے؛ کیونکہ حقیقت میں یہ لوگ معاشرتی اقتصادی نظام کو خراب کررہے ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنے عیش ونوش کے لئے حد سے زیادہ خریداری کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے چیزوں میں شدت سے کمی آجاتی ہے اور مہنگائی بڑھ جاتی ہے جو کہ غریبوں کی کمر توڑنے کا سبب بن جاتی ہے۔ جب کہ قرآن نے صریح الفاظ میں کہہ دیا ہے: کلوا واشربوا ولا تسرفوا، کھاؤ پیو لیکن اسراف مت کرو۔ خدا کی نعمات میں اسراف کرنے سے پوری قوم ہلاک ہوسکتی ہے۔ کچھ قدرتی چیزیں ایسی ہیں جو تجدید نہیں ہوسکتیں جیسے جنگل، پہاڑ، دریا، پانی، زمین و۔۔۔ ان چیزوں میں انسان کو کچھ زیادہ ہی احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں تمام انسان برابر کے برابر حق رکھتے ہیں، لیکن بہت افسوس کی بات ہے لوگ ان چیزوں کی رعایت نہیں کرتے، یہی وجہ ہے آج تک غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتے جارہے ہیں۔ جن کے پاس مال و دولت زیادہ ہوتی ہے وہ حد سے زیادہ زمینوں کو خرید کر اپنے نام کرواتے ہیں اس کے نتیجے میں زمینیں جلدی ختم ہوجاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک غریب انسان جو اپنی ساری محنت کی کمائی سالوں سال جمع کرنے کے باوجود پانچ مرلوں پر مشتمل ایک چھوٹا پلاٹ بھی نہیں خرید سکتا؛ لیکن اسراف کی حدود پار کرنے والوں کی حالت ہمارے سامنے ہیں کہ جن کا حرص اور لالچ ختم ہی نہیں ہوتا۔ پوری دنیا بھی انہیں دے دیں پھر بھی **ہل من مذید** کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن کی زندہ مثالیں آج کے ہمارے جھوٹے سیاست دان ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس کھربوں کی تعداد میں جائداد، مال و دولت، بینک بیلینس (جن سے ان کی آگے آنے والی دسویں نسلیں بھی زندگی گزار سکتی ہیں) ہونے کے باوجود کتنی کھینچاتانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں حد سے زیادہ اسراف نظر آتا ہے مثلاً شادیوں میں حد سے زیادہ اسراف ہوتا ہے۔ اگر اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک ہی قسم کے کھانے سے انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے، اسے شادی میں قسم قسم کی ڈشیں بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ امیروں کی بنائی ہوئی سنت ہے۔ جب کہ خدا کی سنت یہ ہے کہ انسان شادی کے وقت اپنے رشتہ داروں کو ایک ٹائم کا کھانا (ولیمہ)

کھلائے۔اسی طرح شادی میں کپڑوں کی خرید میں حد سے زیادہ اسراف دکھائی دیتا ہے۔ دلہن کو دو جوڑے بھی دے دیں تو اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے، لیکن یہ آج کل کا فیشن بن گیا ہے کہ رخصتی کے وقت دلہن کو کم از کم چالیس جوڑوں کے ساتھ ہی رخصت کرنا ہے۔ جہیز اور مہر میں بھی اسراف دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی سارے اسراف اور غلط رسومات غریبوں کی مشکلات میں اضافہ کرتی ہیں۔آج ایک غریب شخص اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی خرچ کرکے بھی اپنی بیٹی کی شادی نہیں کر پاتا۔ظاہر ہے جب انسان اپنے خالق کے حکم پر عمل پیرا ہونے کے بجائے مخلوق کی باتوں پر توجہ دے گا تو یہی نتیجہ نکلے گا۔اگر ہم خدا رحمٰن کے صرف اسی ایک حکم (اسراف نہ کرو) پر بھی عمل کرتے تو آج دنیا میں کوئی شخص غریب، فقیر اور نادار نہیں ہوتا۔

خلاصہ:

ان تمام ابحاث کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی نگاہ میں اقتصاد اور معیشت کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل سطروں سے کر سکتے ہیں۔

۱) قرآن مال کو خدا کی امانت معرفی کرتا ہے اور یہ امانت، خاص شرایط کے ساتھ انسان کے اختیار میں دی ہے۔ (وَأَنْفِقُوا مِمّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيه)(حدید/۷)؛ (وآتُوهُمْ مِنْ مالِ اللَّهِ الَّذِى آتاكُمْ) (نور/۳۳)؛

۲) اسلام انسان کو کام کاج کرنے کی طرف بہت زیادہ رغبت دلایا ہے، کیونکہ زندگی کے ہر موڑ پر انسان کو اقتصاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک انسان کی معاشی حالت ٹھیک نہ ہو وہ کسی کی بھی خدمت نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ائمہ ہدی (علیہم السلام) نے کام کرنے اور تلاش کرنے والوں کی تحسین کی ہیں۔

۳) خود پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ نے بھی اپنی زندگی میں کام کاج کرنے سے دریغ نہیں کیا، بلکہ دوسرے انسانوں کی طرح کام کاج کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنایا۔

نتیجہ:

- ✓ اسلام نے اقتصاد اور معیشت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔
- ✓ متعدد قرآنی آیات اور روایات میں مختلف طریقے سے ہمارے ائمہ معصومینؑ نے اسلامی اقتصادی نظام کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔
- ✓ اسلام، اقتصاد کو ہدف سمجھنے کے بجائے کمال تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتا ہے۔
- ✓ اسلام میں اقتصاد اور معیشت کے بارے میں کچھ اپنے خاص آداب اور قوانین موجود ہیں، جن سے انسانی اخلاق کی اقدار کا تحفظ ممکن ہوتا ہے۔
- ✓ اجتماعی امور کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے خاص قوانین اور وظائف معین کئے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان سعادت کی منزل پر فائز ہو سکتا ہے۔
- ✓ اسلامی اقتصاد کی بنیاد کچھ ایسے اہم اصولوں پر مشتمل ہے جو غیر اسلامی اقتصادی نظام سے اسلامی نظام اقتصاد کو جدا کرتے ہیں۔
- ✓ قرآن مجید کی آیات کے مطابق یہ بات طے شدہ ہے کہ خدا کائنات میں موجود تمام اشیاء کا حقیقی مالک ہے۔
- ✓ کائنات کی چیزوں کی نسبت انسان کا مالک ہونا اعتباری، جعلی اور قرار دادی ہے نہ حقیقی۔
- ✓ اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسانی اجتماعات اور معاشرے میں کوئی بھی نظام چاہے سیاسی ہو یا اقتصادی اور کوئی بھی قانون اسی وقت صحیح طریقے سے لوگوں کے درمیان میں اجراء کر سکتے ہیں جب ہم عدالت کی رعایت کریں۔
- ✓ عادلانہ نظام ہی انسان کو سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔
- ✓ اسلامی اقتصادی نظام، آزادی کے اصول کو قانون کی حیثیت دیتا ہے۔

منابع و مآخذ

قرآن کریم

نہج البلاغہ

۱) جمعی از نویسندگان، ۱۳۶۳، درآمدی بر اقتصاد اسلامی، قم، انتشارات موسسہ در راہ حق۔

۲) حیدری، حسن، تربیت اقتصادی از دیدگاہ اسلام، اسلامی، دانشکدہ آزاد تہران ناشکدہ علوم اجتماعی و ران شناسی۔

۳) سبحانی، جعفر، (۱۳۷۸) سیمای اقتصاد اسلامی، قم، موسسہ امام صادقؑ۔

۴) صدر، محمد باقر (۱۳۵۰) اقتصاد ما، بررسی ہایی دربارہ مکتب اقتصادی اسلام، شمارہ ۲، تہران، انتشارات اسلامی۔

۵) مطہری، مرتضی، ۱۳۸۹، آزادی معنوی، تہران انتشارات صدرا۔

۶) فراہیدی، خلیل بن اِحمد، کتاب العین، جلد ۹، نشر ہجرت، قم، چاپ: دوم، ۱۴۰۹ق۔

۷) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ۱۴۰۴ق المفردات فی غریب القرآن، تہران، دفتر نشر کتاب۔

۸) طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تحقیق، حسینی اشکوری، سید احمد، تہران، کتابفروشی رتضوی، چاپ سوم، ۱۳۷۵ش۔

۹) کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی (ط الاِسلامیۃ)، جلد ۵، دار الکتب الاِسلامیۃ تہران، چاپ: چہارم، ۱۴۰۷ق۔

۱۰) حر عاملی، محمد، وسائل الشیعہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بی تا۔

۱۱) ابن ابی الحدید، عبد الحمید بن ہبہ اللہ، شرح نہج البلاغہ، مصحح: محمد ابوالفضل ابراہیم، اول، قم مکتب آیہ اللہ مرعشی نجفی، ۱۴۰۴۔

۱۲) مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، (ط، بیروت)، مصحح جمعی از محققان، چاب دوم، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۴۰۳۔

۱۳) من لایحضرہ الفقیہ، ابن بابویہ، محمد بن علی، محقّق / مصحّح: غفاری، علی اکبر، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۳ قمری۔

۱۴) حیدری، غلام اکبر، اسلام کا عادلانہ نظام، ص ۲۸۰۔۸۱، ناشر: انتشارات جامعہ المصطفیٰ العالمیہ ایران قم، ۱۳۸۷۔

۱۵) دہقان، اکبر مترجم: محمد وزیر حسن، درہائے آبدار، ص ۶۲۰۔۶۲۱، ناشر: تہران: مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن، ۱۳۷۵۔

۱۶) مہدی طغیانی و عادل پیغامی، تعلیم و تربیت اقتصادی، جلد ۱، ص ۲۰۹۔ ۲۱۴، ناشر: تہران: نانشگاہ امام صادقؑ ۱۳۹۵۔

۱۷) آقا نظری، حسن (۱۳۹۶)، نظریہ پردازی علمی اقتصاد اسلامی، چاپ پنجم ناشر: سمت۔

۱۸) تمیمی، عبد الواحد، غرر الحکم و درر الکلم، ۱۴۱۰ق، ناشر: دار الکتاب الاسلامی قم ایران

۱۹) آذر نوش، آذر تاش، (۱۳۷۹)، فرہنگ معاصر (عربی-فارسی) ناشر: نشرنی

۲۰) ایچ مای، لودویک، آشنایی با علم اقتصاد، مترجم: علی اصغر ہدایتی، (۲۵۳۶ شہنشاہی) ناشر: کتاب ہای جیبی، ایران